پاکستانی قوم کا مستقبل

رضوانہ عثمان
علی آباد

کسی بھی قوم کو اپنا مستقبل متعین کرنے سے پیشتر اپنا ماضی اور حال بھی مدنظر رکھ کر اپنی آئندہ راہیں طے کر سکے چنانچہ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ماضی کیسا تھا۔ اور آج کس حال میں ہے۔ اس کے بعد ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارا مستقبل کیسا ہوگا۔

ماضی قابل رشک: یہ بات دنیا سے پوشیدہ نہیں کہ مسلمان اپنی تاریخ میں ایک تابناک اور شاندار ماضی رکھتے ہیں اسلام کی اپنی ایک منود تہذیب ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے اپنی ایک حیثیت منوائی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علوم ومعارف اور تہذیبی حیثیت سے دنیائے اسلام کا کیا مقام تھا۔ یورپ کے نام نہاد ترقی پسندوں کو اس روشنی کا عشر عشیر بھی نصیب نہ تھا جو مسلمانوں کو ملی۔ قلم اور تلوار دونوں میدانوں میں مسلمان اقوام عالم میں سب سے آگے تھے۔ تاریخ کی کتابیں اس حقیقت کی شاہد ہیں اور نہ صرف اپنے بیگانے بھی اس حقیقت کے معترف ہیں۔

حال: غیر تسلی بخش:

یہ بات کہ پدرم سلطان بود (...... باپ بادشاہ تھا) کسی کی ماضی کے اچھا ہونے کی دلیل تو ہو سکتی ہے لیکن اصل سوال یہ ہے مگر کیا ہو؟

حقیقت یہ ہے (اور حقیقت کا اعتراف کر لینا ہی عظمت ہے بشرطیکہ اس اعتراف کے بعد اصلاح کی راہ اختیار کی جائے) کہ مسلمان اپنے ماضی کا وقار وجلال کھو بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر کچھ خامیاں در کر آئی ہیں جنھوں نے انہیں بحیثیت قوم کمزور کر دیا ہے۔ ان خامیوں میں سب سے بڑی کمزوری ایمان کی کمزوری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ یعنی اگر تم صحیح مومن رہو گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ وھن سے مراد حب الدنیا وکراھیۃ الموت یعنی دنیا سے پیار ومحبت اور موت سے خوف۔ چنانچہ پورے عالم اسلام میں نظر دوڑا کر دیکھ لیا جائے تو یہی حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔

ایک اور بڑی کمزوری بحیثیت پاکستانی قوم کے یہ ہے کہ قوم نے اپنے مشن اور مقصد کو بھلا دیا۔ اس نظریاتی مملکت کی بنیاد ہی یہی تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ اس سے مراد کلمہ طیبہ کا زبانی ورد نہ تھا بلکہ یہ ایک مکمل نظام زندگی کا خلاصہ ہے اور پاکستان بنانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ کلمہ ہماری معاشرت معیشت اور سیاست کی بنیاد بنے گا۔ لیکن عملاً صورت یہ ہے کہ تقریباً ایک تہائی صدی گزر جانے کے باوجود وہ منزل نہیں مل سکی جن کی تلاش میں قوم نکلی تھی۔ بالکل اس بچے کی طرح جسے دکان سے کچھ لینے کیلئے بھیجا جائے لیکن وہ راستے میں کسی اور شغل میں اس قدر محو ہو جائے کہ اسے یاد ہی نہ رہے کہ میں کیا لینے آیا تھا۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہم میں ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالے تو خود بخود اس کی تفصیل مل جائے گی۔ خاص طور پر دس بارہ سال کے عرصہ کے دوران جس انحطاط اور تنزل کی طرف ہم رواں دواں ہیں اس کی رفتار بڑی ہی خطرناک ہے۔ اور جو قومیں اپنی مرضی سے راہ گم کر دیں وہ امر تکوینی کے تحت ہمیشہ بھٹکتی ہی رہتی ہیں۔

ہمارا اصل مقصد:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور یہ خالق حقیقی کا تقاضا ومنشاء ہے کہ **لیظھرہ علی الدین کلہ** یعنی اس نظام زندگی کو پوری کائنات میں نافذ کیا جائے۔ اور اللہ تعالی یہ کام اپنے بندوں سے لینا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ خود اس نظام کو نافذ کرنا ہیں تو کن سے جہاں آسمان اور زمین بنائی تمام مخلوق کو اس نظام کے تابع کر دینا تو اللہ کیلئے کوئی مشکل نہیں لیکن اللہ تعالی بندوں کا امتحان بھی لینا چاہتے ہیں اس لئے یہ فریضہ امت کو سونپ دیا کہ وہ نظام الہی کو کسی خاص زبان، علاقے، نسل، قوم رنگ تک محدود کر کے مطمئن نہ ہوں بلکہ اسے کائنات میں اپنی حتی المقدور کوشش سے پھیلائیں۔ لہذا امت مسلمہ کا یہ فرض ہے کہ اس مکمل ضابطہ حیات کو ایک عالمی آئین کی حیثیت سے نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

نبی اکرام ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔ میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے۔

یعنی اسلام کا نظام عبادت تمام دنیا میں نافذ کرنا امت مسلمہ کا بنی اکرم ﷺ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے فرض ہے اور اس مقصد کو

حاصل کرنے کیلئے تبلیغ و جہاد دونوں ذریعے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔اور یہ دونوں راستے انتہائی کٹھن اور صبر آزما ہیں اور یہی امت مسلمہ کا امتیازی نشان ہے۔کذالک جعلنکم امۃ وسطالتکونوا شھداء علی الناس۔مندرجہ بالا مقاصد کو پانے کی غرض سے ہمیں تین ذرائع استعمال کرنا ہوں گے۔

کردار:

یعنی ہم میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اور ہم سب مل کر بطور جماعت اپنا ایسا کردار اقوام عالم کے سامنے پیش کریں کہ وہ متاثر ہو کر ہمارا نظام زندگی اختیار کرلیں۔

حکمت وتدبیر کے ذریعے

یعنی ہم عقلی اور عملی شواہد سے دیگر اقوام پر اسلامی نظام حیات کی برتری ثابت کر کے دکھائیں اور اس سلسلہ میں یہ قرآنی اصول مدنظر رکھیں۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔

اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی وعظ ونصیحت کے ذریعے لوگوں کو دعوت دے اور ان کے ساتھ احسن طریقے سے بحث و تمحیص کر۔

جہاد کے لیے ساز وسامان کی تیاری: اگر کردار اور حکمت کے ذریعے دعوت ناکام رہے یا اگر مخالفین تمہیں تمہاری راہ پر نہ چلنے دیں تو پھر اپنے مشن کے حصول کی راہ میں رکاوٹ کو دور کرنے کیلئے سامان حرب اور اسلحہ وقت کی ضرورت کے مطابق تیار رکھنا چاہیے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔وعدولھم استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل۔یعنی دشمنوں کے مقابلے میں جہاں تک تم سے ہو سکے طاقت ور گھوڑوں کے دستے تیار رکھو۔

ہمارے وسائل :

اسلامی ممالک کے پاس اللہ کے فضل و کرم سے وسائل کی کوئی کمی نہیں کسی قوم کے پاس اس کے وجود کے برقرار رہنے بلکہ غلبہ حاصل کرنے کیلئے ایمان کے علاوہ عام طور پر چار وسائل ہونا بہت ضروری ہوتے ہیں۔

۱۔افرادی قوت ۲۔زرعی وسائل

۳۔معدنی وسائل ۴۔علمی وذہنی استعداد

مسلمان قوم بھی ان چاروں وسائل میں خود کفیل ہے۔یعنی جہاں تک افرادی قوت کا تعلق ہے وہ تقریباً ایک ارب یعنی کل دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔اگر وہ اپنی اگرادی قوت کو تدبیر اور مصلحت اندیشی سے کام میں لائیں تو بہت زیادہ ترقی کر سکتے ہیں ۔ زرعی وسائل بھی ہماری ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کافی ہیں۔سوائے چند ایک ریگستانی علاقوں کے طیشتر اسلامی ممالک سرسبز وشاداب ہیں۔اور وہاں بھلوں اور سبزیوں کی کمی نہیں معدنی وسائل میں عرب ممالک بہت آگے ہیں۔انہیں اللہ تعالیٰ نے تیل کے چشموں جیسی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے۔آخری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ علمی وذہنی استعداد بخشی ہے۔ہمارے بہت سے انجینئر،ڈاکٹر،ماہرین،زراعت،سائنس اور ٹیکنالوجی میں اغیار کے ہاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔دوسرے یہ کہ اگر ماضی میں ہمارے ذہنوں میں اتنی ترقی کی جس کا شاندار ریکارڈ تاریخ میں محفوظ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب وہ ذہن کند ہو جائیں۔بات صرف یہ ہے کہ تھوڑی سی فضا کی موافقت اور حوصلہ افزائی ہو تو ان ذہنوں جیسا کوئی ذہن دنیا بھر میں نہیں ہوسکتا بالفاظ دیگر ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ہمارے مسائل

عالم اسلام کو آج کل مندرجہ ذیل اہم مسائل درپیش ہیں۔

(۱) ملی تشخص کی بحالی : موجوہ حالات جس بات کا تقاضا امت مسلمہ سے کرتے ہین اس میں سے سے اہم امت کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنا ہے اس ضمن میں یہ بات بہت ضروری ہے کہ دوسری اقوام سے مرعوب ہونا چھوڑ دیں۔اس سے مراد ہرگز نہیں کہ کسی دوسری قوم کی اچھائی کو تحسین سے نہ دیکھیں۔بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے بنیادی نظریات وعقائد کو ترک نہ کریں جہاں تک اچھائی کا تعلق ہے وہ جہان سے بھی ملے۔ہمیں لے لینی چاہیے۔اسی لیے ہمارے پیغمبر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا :

الحکمۃ ضالۃ المومن : دانائی مومن کی گم کردہ چیز ہے۔اس وقت امت مسلمہ میں ایک طبقہ ایسا ہے جو مغرب کی اندا دھند تقلید کا قائل ہے اور افسوس سے یہ کہنا پڑتا کہ عام مسلمانوں نے وہ خواص جو امت مسلمہ کے ساتھ مخصوص تھے ترک کر دیئے بلکہ دیگر اقوام کو دے دیتے ہیں۔یعنی پورا تو کجا چیزوں میں ملاوٹ نہ کرنا ،وقت کی پابندی ، امانت ودیانت وغیرہ۔نیز دوسری اقوام کی بدعات لے لیں یعنی مغربی ثقافت معاشرت جو عریانی و فاشی پر مبنی ہے۔یہی حال ازموں کا ہے۔کچھ نام نہا دتجدد پسند مختلف ازموں کے منصوبے سے ایک معجون تیار کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ، ہماری معیشت سوشلزم ، ہماری سیاست جمہوریت،اسول معاشرت دیئے ہیں۔ان کی اپنی حیثیت ہے اسلام کسی پیوند کاری کا محتاج نہیں ۔چنانچہ مسلمانوں کو اپنے تیئں مسلمان ہی رہنا چاہیے اورع یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو مغرب کی تقلید محض سے محفوظ رکھیں ورنہ کوا چلا

ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ ہمیں علامہ اقبال کی یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

۲) معاشی مسائل :

معاشی نقطہ نظر سے عالم اسلام پسماندہ اور مغربی ممالک کا محتاج ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندگی کے باعث وہ اپنے آپ کو اس بات پر مجبور پاتے ہیں کہ مغربی ممالک یا اشتراکی بلاک سے منسلک ہوں بڑے ممالک مفت امداد نہیں دیتے بلکہ سیاسی اور معاشی مفادات حاصل کرتے ہیں۔ اس کا حل صرف سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کسی ایک قوم کی میراث نہیں۔ بلکہ یہ ساری انسانیت کی مشترکہ میراث ہے۔ علم و فن کا کوئی مذہب نہیں۔ جو فرد یا قوم اسے اپنا لے وہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس میدان میں ہم مغربی اور اشتراکی ممالک سے بہت پیچھے ہیں۔ اب تو ہندی اور یہودی بھی اس میدان میں مسلم ممالک پر بازی لے جانے کی سخت کاوش کر رہے ہیں۔ اس سائنسی پسماندگی کا نتیجہ ہے کہ ہم غیروں کے محتاج بن کے رہ گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اقتصادی برائیاں عام پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، سمگلنگ، بددیانتی، ملاوٹ، رشوت اور سود۔ یہ بیماریاں ہماری معیشت کو باوجود کثیر معاشی وسائل کے یہ گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔

۳) اخلاقی مسائل

اخلاقی انحطاط کا سنگین مسئلہ بھی عالم اسلام کو درپیش ہے۔ آج کل مسلمان ممالک میں اخلاقی اقدار کو پامال کیا جا رہا ہے۔ اور ہماری نوجوان نسل بے راہ روی اور اخلاقی امراض کا شکار ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر سابقہ اقوام پر عذاب آیا قوم لوط پر جنسی انارکی، دھوکہ دہی کے سبب عذاب آیا۔ بعض دوسری اقوام کفر، شرک اور الحاد کی بناء پر تباہ ہوگئیں۔ بنی اسرائیل پر دائمی مسکنت اور لعنت اس بنا پر مسلط کر دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کیئے گئے وعدوں کو بار بار توڑتی تھی۔

آج جب ہم اسلامی معاشروں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ وہ تمام اخلاقی بیماریاں جن میں سے ایک میں مبتلا ہونے کی بناء پر گزشتہ اقوام پر عذاب نازل ہوتا رہا ہمارے ہاں مجموعی لحاظ سے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمان اوام اخلاقی مفاسد اور بحرانوں سے دوچار ہیں لیکن نہ تو ان کے صحیح اسباب پر ان کی نظر ہے اور نہ یہ اس علاج کو اپنانے پر تیار ہیں جو قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ نے تجویز کیا ہے۔

تعلیمی مسائل:

ہمارے تعلیمی مسائل سنجیدہ توجہ کے مستحق ہیں۔ ہمارا تعلیمی نظام بے مقصد مہنگا اور غیروں کا وضع کردہ ہے اس لئے قومی امنگوں کے ہم آہنگ نہیں بلکہ ملّی تقاضوں کے خلاف ہے۔ ہر سطح پر تعلیم میں دوعملی ہے۔ ایک طرف اگر قدیم دینی مدارس اور جدید تعلیمی اداروں میں خلیج حائل ہے تو دوسری طرف اردو میڈیم اور انگلش میڈیم کا مسئلہ ہے۔ ایک ہی ملک میں کئی تعلیمی نظام رائج ہیں پھر عالم اسلام میں طلباء میں اضطراب اور بے چینی آئے دن تعلیمی دنیا کا امن و سکون تباہ کرتا رہتا ہے۔ اور پھر مسلم ممالک میں اب تک مغربی زبانوں کی بالادستی ہے جس کی وجہ سے معیار تعلیم انتہائی گر چکا ہے۔ یہ تمام مسائل فوری حل کے متقاضی ہیں۔ ہمارے اسلاف دانشمند اور صاحب فراست تھے۔ جنہوں نے ابتدائی تعلیم کو ہمیشہ اہمیت دی۔ اور اس کا آغاز مکتب کی تعلیم سے ہوتا تھا جس سے ابتداء سے ہی بچہ دین کی مبادیات میں پختہ ہو جاتا تھا۔ لہٰذا عالم اسلام کا تعلیمی نظام یکساں اور ایک ہونا چاہیے۔ جس کی اساس دینی تعلیم ہونی چاہئے۔ تاکہ جیسے جیسے ہماری نسل تعلیمی میدان میں پیش قدمی کرے اس کا مزاج اور کردار دینی اور ملّی ہوتا جائے اور ہماری آئندہ نسل جس شعبہ زندگی میں بھی قدم رکھے اس میں فنی مہارت اور علمی استعداد تو عصر جدید کی وہ لیکن نقطہ نظر خالص اسلامی ہو۔ جونہی ہمارا نظام تعلیم اس قسم کے نوجوان پیدا کرے گا ہماری زندگی کا مزاج اور اظہار سرتاپا اسلامی ہو جائے گا۔

سیاسی مسائل

سیاسی لحاظ سے جدید عالم اسلام بیشمار مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے خلاف دنیا کے دو دھڑے مغربی بلاک اور اشتراکی بلاک ہر وقت سازشوں میں مصروف ہیں مزید برآں اسرائیل عالم اسلام کے قلب میں ناسور ہے اور برہمنی سامراج بھی عالم اسلام پر حریصانہ نظریں جمائے ہوئے ہے۔ تقریباً تمام ملکوں میں غیروں کے سیاسی نظام ڈکٹیٹریت، نام نہاد مغربی جمہوریت، بادشاہت اور سوشلزم رائج ہیں۔ عوام الناس کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور اسلامی ممالک باہم ایک دوسرے سے دست بگریبان ہیں۔ لہٰذا عالم اسلام کا سیاسی مسئلہ اسلامی سیاسی نظام کا نفاذ اور عالم اسلام کا اتحاد ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تاکہ ہمارا معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ کہلا سکے۔